Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

منٹو کے انشائی و فکاہی مضامین

ڈاکٹر کامران عباس کاظمی

صدر شعبہ اردو

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

Dr. Kamran Abbas Kazmi
Chairman of Urdu Department
International Islamic University, Islamabad

ISSN
eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2024 by the authors. This is an article open access distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: A part from literary criticism, Manto has also written many light essays. There are fine examples of humor as will as elegance in these essays. However, these essays by Manto have humorous as well as purposefull themes. The special feature of these articles is simplcity and brevity. Through these says Manto has tried to explain the bitter facts in humorous and satirical terms.

Keyword: Manto's, Essay, light essay, humorous, Satire, Social aspects, Realism, Purposefulness, Simplicity, Literary criticism,

کلیدی الفاظ: مضامین، طنز و مزاح، سماجی صورتحال، حقیقت نگاری

ادبی تنقیدی مضامین کے علاوہ ہلکے پھلکے موضوعات پر منٹو نے بعض بہت اچھے انشائیہ نما بھی لکھے ہیں۔ منٹو کے مضامین میں جہاں طنز کی گہری کاٹ موجود ہے وہیں ظرافت کے بھی اچھے نمونے پائے جاتے ہیں۔ منٹو کے ظریفانہ مضامین دو قسم کے ہیں۔ سماجی موضوعات پر ظریفانہ رنگ میں لکھے گئے مضامین اور ہلکے پھلکے فکاہی انشائی مضامین۔ منٹو کے انشائی مضامین ہلکے پھلکے مزاح کے ساتھ مقصدی موضوعات کے حامل ہیں۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

منٹو کے ان مضامین کی یہ خصوصیت ہی اُنھیں دوسرے فکاہی مضمون نگاروں سے منفرد بناتی ہے کہ اُن کی شگفتہ بیانی میں طنز کی کاٹ گہری ہے۔ جدید انشائیہ کی حدبندیوں پر منٹو کے انشائی مضامین پورے نہیں اترتے ہوں گے لیکن جب یہ مضامین لکھے گئے تو آج کے ناقدین نے ابھی انشائیہ کے گرد اپنی مخصوص چار دیواری تعمیر نہیں کی تھی۔ منٹو کا روایتی انشائیہ نہ لکھنے کی وجہ بھی وہی ہے کہ انشائیہ کا مقصد نہ تو طنز ہے اور نہ مزاح، مقصدیت تو انشائیے کا خون کر دینے کے مترادف ہے جبکہ منٹو کے انشائی مضامین ان اوصاف کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر بشیر سیفی منٹو کی تحریروں کو انشائیہ قرار نہ دینے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

> بعض مضامین میں طنز بے حد واضح ہے اور بعض کے بین السطور میں طنز کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن عموماً اُن کی طنز کا وار براہ راست اور بھرپور ہوتا ہے۔۔۔ چونکہ اُن کے ہاں ہمدردانہ نقطہ نظر کا فقدان ہے اس لیے وہ انشائیہ لکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ ۱

ہمدردانہ نقطہ نظر کا فقدان اسی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ منٹو حقائق کو پیش کرنے پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں اور طنز سے ایک خاص مقصدیت حاصل کرتے ہیں۔ اصلاح کرنا یا واعظ بننا اُن کا قطعاً منشا نہیں ہوتا۔ منٹو کی زیرک نگاہ کسی بھی عام سے موضوع کے ایسے گوشوں کو دریافت کرتی ہے جو عام طور پر قابلِ اعتنا نہیں سمجھے جاتے اور وہ وقت کی دھول میں گم ہو جاتے ہیں۔

تقسیم ہند کے وقت منٹو بمبئی فلم انڈسٹری سے وابستہ تھے اور نسبتاً خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے کہ اُنھیں یہ سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ یہاں کے دگرگوں حالات اور لوٹ مار نے انھیں بہت پریشان کیا۔ اِن اداسیوں اور مایوسیوں سے چھٹکارا پانے کے لیے اُن کے ذہن رسا نے انھیں ایک راہ سجھائی اور اُنھوں نے ہلکے پھلکے مضامین لکھنے کا آغاز کیا چنانچہ وہ ان مضامین کے بارے میں "ٹھنڈا گوشت" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> میرے دماغ میں گرد و غبار اُڑ رہا تھا، آہستہ آہستہ بیٹھ گیا اور میں نے سوچا کہ ہلکے پھلکے مضامین لکھنے چاہئیں۔ چنانچہ میں نے "ناک کی قسمیں"، "دیواروں پر لکھنا" جیسے فکاہیہ مضامین "امروز" کے لیے لکھے جو پسند کیے گئے۔ ۲

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

منٹو نے جنھیں فکاہیہ مضامین کہا ہے وہ دراصل اُن کی انشائیہ طرز کی تحریریں ہیں جو طنز اور مزاح کے ساتھ ساتھ ایک خاص مقصدیت کی بھی حامل ہیں۔ ان کے انشائی مضامین کا ہر پیرا کسی نئے خیال سے شروع ہوتا ہے اور اس کی ایک اپنی اہمیت موجود ہوتی ہے۔ ''دیواروں پر لکھنا'' میں انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے ایک آزادیٔ اظہار کو موضوع بنایا اور اُس کے غلط استعمال پر طنز کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> جب تک دیواریں سلامت ہیں۔ ان پر انسان لکھتا اور نقش و نگار بناتا ہی رہے گا۔ لیکن پچھلے دنوں اُس نے ایک قدم ترقی کی طرف بڑھایا ہے اور فضاؤں پر لکھنا شروع کیا۔ پیئرز سوپ بنانے والوں نے ایک ہوا باز کی خدمات حاصل کیں جس نے جہاز کی دم سے گاڑھا دھواں چھوڑ کر کچھ اس طرح قلا بازیاں کھائیں کہ فضا میں اس صابن کا دھواں دھار نام کچھ عرصے کے لیے معلق ہو گیا۔۳

ایک ایسے معاشرے میں جہاں آزادیٔ اظہار پر قدغن ہو اور سیدھی تنقید کی کوئی گنجائش موجود نہ ہو، طنز کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ منٹو کے انشائی مضامین میں بھی اُن کے دیگر مضامین کی طرح طنز و مزاح کا خوبصورت امتزاج پایا جاتا ہے۔ ''ناک کی قسمیں'' بھی ایک ایسا ہی مضمون ہے جس کے بنیادی موضوع کے ساتھ منسلک دیگر موضوعات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں الفاظ کو نئے معنی پہنانے سے مزاح کی ایک دلچسپ صورتحال پیدا کی گئی ہے۔ فکاہیہ اپنے آغاز میں ہی آئندہ زیر بحث آنے والے موضوعات کا پتہ دیتا ہے ''خدا نے جس طرح پانچ انگلیاں یکساں نہیں بنائیں اسی طرح انسانوں کی ناک بھی ایک سی نہیں بنائی۔ بعض چپٹی ہوتی ہیں، بعض اونچی، کچھ موٹی، کچھ پتلی، چھوٹی اور لمبی''۴ اس طرح کی باتیں کر کے منٹو درحقیقت اپنے عہد کو تنقید کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ ذیل کے پیراگراف میں ہم پاکستان کے ایک اہم سیاسی رہنما کے خدوخال بھی دیکھ سکتے ہیں:

> ایک ناک جو حال ہی میں مولانا چراغ حسن حسرت نے دریافت کی ہے خضر ناک ہے۔ خواجہ خضر کی بند ناک سے جس کے نتھنوں میں پانی گھستا ہی نہیں اس ناک کا کوئی تعلق نہیں یہ ناک صرف ملک خضر حیات خاں ٹوانہ سابق وزیراعظم پنجاب کے چہرے پر ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

سیاست کے اکھاڑے میں بہت بری طرح مکے اور گھونسے کھانے کے بعد آج کل یہ لندن میں اونچی ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔۵

"کھانسی پر" اپنے مضمون میں منٹو آزاد خیالی سے کھانسی کی مختلف صورتیں اور مواقع بیان کرتے ہیں۔ مضمون کا آغاز برصغیر کے سماجی رویوں پر طنز سے ہوتا ہے اور یہاں طنز کی کیفیت تقابل سے پیدا کی گئی ہے۔ اس مضمون میں ایک موضوع سے منسلک موضوعات کے بجائے اُسی موضوع کی مختلف پرتوں کو ایک مرکزے پر جمع کیا ہے۔ اس مضمون میں بھی منٹو کے پیش نظر اپنی قومی صورتحال ہے۔ قوم نے آزادی تو حاصل کر لی مگر اپنی عادات واطوار میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکی:

> کھانسنے کھنکارنے اور اس عمل سے بلوئے ہوئے بلغم کے ذریعے سے فرشوں اور دیواروں پر پلستر کرنے اور بیل بوٹے بنانے کی صنعت کسی زمانے میں ہمارے یہاں معراج پر تھی لیکن انگریزوں کی ایک سو سالہ حکومت میں اس سے اچھا سلوک نہ ہوا، پر اب کے لاتعداد قربانیاں دینے کے بعد خدا کے فضل و کرم سے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت قائم ہو چکی ہے ہمیں اس صحت مند صنعت کو بام رفعت تک پہنچانے کے لیے مقدور بھر کوشش کرنی چاہیے۔٦

منٹو کے فکاہی مضامین کا خاص وصف ایجاز و اختصار ہے۔ وہ کم سے کم الفاظ میں اپنے مطلب کو پیش کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ منٹو کے ہلکے پھلکے مضامین بھی تخلیقی حسن کے حامل ہیں۔ وہ جس موضوع کو منتخب کرتے ہیں اُس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں اور اُس میں دلچسپی کا عنصر برقرار رکھنے کے لیے موضوع کی مختلف پرتیں اس طرح کھولتے ہیں کہ قاری ہر لحہ ایک نئی لذت سے آشنا ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک موضوع "کچھ ناموں کے بارے میں" ہے۔ بچے کا نام رکھنے اور اچھا نام چننے سے لے کر نومولود کے بڑے ہو کر اپنے نام میں قطع برید کرنے کو منٹو نے ہلکے پھلکے انداز میں برتا ہے۔ اس مضمون کی اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں منٹو نے اپنے عہد کے اکثر ادیبوں، شاعروں کے اصل نام دیے ہیں۔ اسی طرح بعض فلمی شخصیات کے ناموں کی تبدیلی کی وجوہات بھی دی ہیں۔ مضمون میں مزاحیہ اور نیم طنزیہ صورتحال اس وقت اپنے عروج پر پہنچتی ہے جب منٹو سکھوں اور

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

ان کے ناموں کا ذکر کرتے ہیں۔ سکھوں کے ذکر سے ہی منٹو کی طبیعت کھل اٹھتی ہے اور اُن کی تحریر میں شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں:

> ناموں کے معاملے میں سکھ حضرات دوسروں کے مقابلے میں بہت ثابت قدم واقع ہوئے ہیں۔ سردار کھڑک سنگ اتنے برس گزر گئے ہیں اُنھیں کھڑکتے ہوئے لیکن مرحبا کہ ابھی تک اُن کے دل میں کھڑکھڑاتا نام تبدیل کرنے کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ ۷

لفظ ”کھڑک“ سے منٹو سکھوں کے ماضی کی سیاسی صورتحال پر بھی جملہ اچھال گئے ہیں۔ منٹو کی تحریروں میں نکتہ آفرینی اور معنی کی موشگافی قاری کو ایک نیازاویۂ نظر دیتی ہے۔ ابھی تک جن انشائی تحریروں کا جائزہ لیا گیا ہے ان کا تعلق منٹو کے دوسرے دورِ مضمون نگاری سے ہے۔ اپنے پہلے دورِ مضمون نگاری میں منٹو کے زیادہ تر مضامین کی نوعیت سنجیدہ مضامین کی ہے۔ منٹو کے پہلے دورِ مضمون نگاری کے مضامین اُن کے دوسرے دور سے مختلف ہیں اور یہ اختلاف نہ صرف موضوعات کے حوالے سے نمایاں ہے بلکہ طرزِ تحریر میں بھی فرق ہے۔ ”منٹو کے مضامین“ اُن کے پہلے دورِ مضمون نگاری کا مجموعہ ہے۔ اس میں شامل مضامین میں مزاح کم ہے البتہ طنز کی تلخ رَو ان میں موجود ہے۔ ”ترقی یافتہ قبرستان“ کو ڈاکٹر وحید قریشی نے خالص انشائیے میں شمار کیا ہے۔ ۸ جبکہ ڈاکٹر بشیر سیفی کی رائے مختلف ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ”بعض لوگ اُن کے مضمون ”ترقی یافتہ قبرستان“ کو انشائیہ میں شامل کرتے ہیں مگر میری نظر میں یہ مضمون مزاج کے لحاظ سے خالصتاً طنزیہ ہے اور انشائیے کے دائرے میں نہیں لایا جا سکتا۔“ ۹

پہلے مجموعے میں شامل مضامین میں کم تعداد ہلکے پھلکے مزاحیہ مضامین کی ہے۔ سنجیدہ موضوعات کے مضامین زیادہ ہیں۔ مزاحیہ مضامین میں بھی طنز کا عنصر غالب ہے۔ جس کا ایک نمایاں اظہار ”ترقی یافتہ قبرستان“ میں ہوا ہے۔ اس مضمون میں منٹو نے انگریزی تہذیب سے اختلاط کے باعث برصغیر کی بدلتی ہوئی سماجی اقدار کا اظہار کیا ہے۔ اصل موضوع تک آنے سے قبل منٹو انگریز تہذیب کے اثرات پر بھرپور طنز کرتے ہیں۔ کیونکہ مغربی تہذیب نے برصغیر کی بعض اچھی اخلاقی اقدار کو بھی دیوار سے لگا دیا تھا اور اُن کے حسن انتظام نے یہاں کے باشندوں کے بعض معاملات کے حل کو مشکل بنا دیا تھا۔ انگریزی تہذیب پر طنز کی ایک مثال دیکھیے:

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

وہ لوگ سر پھرے ہیں جو اپنے محسن انگریزوں سے کہتے ہیں کہ ہندوستان چھوڑ کر چلے جائیں، اگر یہ ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے تو ہمارے یہاں "ننگا کلب" کون جاری رکھے گا۔ یہ جو رقص خانے ہیں، ان کی دیکھ بھال کون کرے گا۔ ہم عورتوں کے ساتھ سینے سے سینہ ملا کر کیسے ناچ سکیں گے۔ ہمارے چکلے کیا ویران نہیں ہو جائیں گے۔ ہمیں ایک دوسرے سے لڑنا کون سکھائے گا۔ مانچسٹر سے جو کپڑے اب ہماری کپاس سے تیار ہو کر آتے ہیں پھر کون تیار کرے گا۔ یہ اچھے اچھے لذیذ بسکٹ جو ہم کھاتے ہیں کون دے گا۔ ١٠

"ترقی یافتہ قبرستان" دراصل جدید دور کی ہیئت کزائیوں کا عکاس ہے۔ لوگوں کی زندگی کو سہل بنانے کے بجائے انگریزوں کے حسنِ انتظام نے کیا مشکلات پیدا کر دی ہیں، اُن کا اظہار منٹو نے قبرستان میں اپنی ماں کے دفنانے کے واقعے سے کیا ہے۔ موت کی تصدیق اور طبعی موت کا سرٹیفکیٹ، قبرستان میں قبر کے حصول میں حائل مشکلات، موت کے بعد بھی انسانوں میں طبقاتی تفاوت کا برقرار رہنا وغیرہ اس کا موضوع ہیں۔

منٹو نے اپنی مضمون نگاری کے دونوں ادوار میں سنجیدہ ادبی و تنقیدی مضامین بھی لکھے، تاہم اُنھوں نے اپنے گرد و پیش اور بعض پیشہ ورانہ مسائل کو بھی زیرِ بحث لایا اور سماجی مسائل کو ہلکے پھلکے انداز میں بیان کیا ہے۔ سماجی موضوعات پر مضامین کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایسے سماجی موضوعات جن میں ظرافت کا رنگ نمایاں ہے اور بعض سنجیدہ مسائل پر سنجیدہ مضامین بھی لکھے ہیں ظریفانہ مضامین میں جیسے "چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد"، "کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی"، "سوال پیدا ہوتا"، "مفت نوشوں کی تیرہ قسمیں" وغیرہ اور خالص سنجیدہ مضامین جیسے "ایک اشک آلود اپیل"، "اگر"، "باتیں"، "محبوس عورتیں"، "پٹاخے" وغیرہ۔ "چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد" اور "کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی" دونوں مضامین کا موضوع عورتوں سے کی جانے والی چھیڑ چھاڑ سے متعلق ہے۔ ان مضامین میں منٹو نے ایک سنجیدہ اخلاقی مسئلے کی نشاندہی بڑے شگفتہ انداز میں کی ہے۔ مردوں کی نفسیات، اُن کی حرکتوں اور اس کے بارے میں عورتوں کے ردِ عمل کو پیش کیا ہے۔ "چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد" مضمون کا آغاز آدم کے جنت سے نکالے جانے کے واقعہ کو شگفتہ انداز میں بیان کرنے سے ہوتا ہے۔ اس مضمون میں منٹو ایک سوالنامہ بھی مرتب کرتے ہیں اور مختلف عمر کے افراد سے اُن کے جوابات بھی لیے جاتے ہیں۔ مضمون نگار کا خیال ہے کہ دراصل عورتوں کو چھیڑنا کوئی ارادی

عمل نہیں ہے بلکہ انسان کی نفسیات میں بعض اعمال اور عوامل ایسے کار فرما ہوتے ہیں جن کی کوئی توجیہہ نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً یہی کہ بازار میں آوارہ کتے کو آنکھ مارنے سے کیا لطف یا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ منٹو انسانی نفسیات کی گرہوں کو کھولتے ہیں اور انسانی اعمال کے جبلی سرچشموں کا سراغ لگاتے ہیں۔ مرد اور عورت کا باہمی تعلق منٹو کے افسانوں کا بھی محبوب موضوع رہا ہے۔ ''کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی'' میں مرد اور عورت کے باہمی تعلق کو عورت کی نظر سے دیکھا گیا ہے:

> کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرد اور عورت کا باہمی رشتہ کیا ہے؟ عورت کی طرف مرد کا میلان سمجھ میں آجاتا ہے لیکن مرد کی طرف عورت کا میلان جو ہے بھی اور نہیں بھی ہے سمجھ سے کچھ اونچا ہی رہتا ہے یعنی عورت مرد سے نفرت بھی کرتی ہے اور انجام کار اُس سے محبت بھی کرتی ہے۔ ۱۱

مزاح یا ظرافت سے زندگی میں درپیش ناہمواریوں کا اظہار خوش دلی سے ہوتا ہے۔ ''مفت نوشوں کی تیرہ قسمیں'' منٹو کا ایک اور خوبصورت فکاہیہ ہے۔ سگریٹ نوشی اور دیگر نشہ آور اشیا کو منٹو اچھا نہیں سمجھتے تاہم سگریٹ نوشی اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اس کی مخصوص اخلاقیات بھی معاشرے میں رواج پا گئی ہیں مثلاً سگریٹ مانگنے پر دوسرا فرد اگر سگریٹ نوش ہے تو وہ ضرور پیش کرے گا۔ اسی کو بنیاد بنا کر منٹو نے ایسے افراد کی قسمیں بیان کی ہیں جو سگریٹ ہمیشہ مانگ کر شوق پورا کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ایک طنز کی زیریں لہر موجود ہے جس کا نشانہ مفت نوش ہیں مگر مضمون کا مجموعی تاثر مزاحیہ ہے جو مفت نوشوں کی کج رویوں اور سگریٹ نوشوں کی کج فہمیوں سے عبارت ہے۔

''پٹاخے'' میں منٹو نے مختلف واقعات سے مزاح پیدا کیا ہے اور اُس موضوع کا شب برات پر بچوں کے پٹاخے چلانے سے بین الاقوامی سیاست اور اسلحہ کے انباروں تک کا احاطہ کیا ہے۔ اسی طرح اس مضمون میں پاکستان کے سیاسی نظام پر طنز کیا ہے کہ جہاں آئے دن حکومتیں بدلتی ہیں اور جوڑ توڑ کی سیاست کا رواج ہے جبکہ سوسائٹی کے منافقانہ طرزِ عمل کو بھی جابجا تنقید کا نشانہ بنایا ہے:

> ایک باپ:۔ آتش بازی چلانا ٹھیک نہیں۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05،   شمارہ نمبر01،   جون-2024

ایک بچہ:۔ کیوں؟

باپ:۔   پیسہ ضائع ہوتا ہے۔

بچہ:۔   اتنی بڑی بڑی لڑائیاں لڑی جاتی ہیں کیا ان میں پیسہ ضائع نہیں ہوتا۔۱۲

"پردے کی باتیں" کی طرح یہ مضمون بھی دراصل مختصر مگر متضاد خبروں یا واقعات پر مشتمل تحریر ہے۔ بظاہر یہ پر اثر تحریریں چٹکلے معلوم ہوتی ہیں مگر ان کے باطن میں موجود طنز کی کاٹ گہری ہے جو انسان کی دو عملی کو ظاہر کرتا ہے۔

"انصاف" مکالمے کی صورت میں لکھا گیا مضمون ہے۔ اس میں ہمارے ملک میں انصاف کی فراہمی میں تاخیری حربوں پر بڑے شگفتہ اور دلچسپ انداز میں طنز کیا گیا ہے۔ موضوع کے حوالے سے منٹو کے فطری طنز کی زہرناکی شاید مضمون کو بہت تلخ بنا دیتی لیکن اس میں برتی جانے والی شگفتگی نے اسے رواں اور قابلِ قبول بنایا ہے۔ مضمون میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ بادشاہ رعایا کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے جن افراد کو اپنی آنکھیں قرار دیتا ہے، دربار کے مخصوص ماحول میں پرورش کی بدولت خوشامد اُن کے مزاج کا حصہ ہوتی ہے۔ منٹو نے مضمون میں ریاکاری کا پردہ چاک کرنے کے لیے جہانگیر کے دربار کا ماحول بنایا ہے جس کا عدل زنجیر عدل کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ انصاف کی فراہمی میں تاخیری حربوں میں سب سے کارگر حربہ کسی اہم واقعہ پر ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنا ہے۔ اس طرح اُس کمیشن کی رپورٹ اگر خوش قسمتی سے جلد مکمل ہو بھی جائے تو اُس پر ایک اور کمیشن بٹھا دیا جاتا ہے تاکہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے:

> تمہاری صدارت میں تحقیقاتی کمیشن جونہی اپنی رپورٹ مرتب کرے گا عوام کی تسلی و تشفی کے لیے مابدولت اس کمیشن پر ایک اور کمیشن بٹھائیں گے۔ تاکہ عدل و انصاف کی نگاہ سے کوئی گوشہ، کوئی کونہ پوشیدہ نہ رہے۔۱۳

اس مضمون میں منٹو نے بڑی کامیابی سے ایسے افراد کا تمسخر اڑایا ہے جن کے ذمے عوام کو انصاف دینا ہے۔ "اوپر نیچے اور درمیان" میں شامل مضامین میں زیادہ تعداد خطوط کی ہے جن میں سے نو(۹) خطوط چچا سام یعنی امریکہ کو مخاطب کر کے لکھے گئے ہیں۔ اس مجموعے کے مضامین میں شامل "اللہ کا بڑا فضل ہے" مزاح

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

اور طنز کے اچھے امتزاج کا حامل مضمون ہے۔اس مضمون میں پاکستان کی نام نہاد مذہبی حکومتوں کا تمسخر اڑایا گیا ہے اور اُن کی عوام دشمن پالیسیوں کو طنز کا نشانہ بنایاہے۔وارث علوی منٹو کے مضامین کے موضوعات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> منٹو کے مضامین کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اُس کا ذہن جن ہنگامی اور عصری واقعات کے اثرات قبول کرتا تھااُن کا اظہار وہ صحافتی مضامین میں کرتا تھااور اُس کا تخلیقی ذہن ان اثرات کے براہ راست دباؤ سے محفوظ رہتا تھا۔۱۴

ان مضامین سے منٹونے چاہے صحافتی ضروریات ہی پوری کی ہوں البتہ ان کی مقصدیت اور سب سے بڑھ کر عصری مسائل کا بیان انہیں اردو مضمون نگاری میں نمایاں حیثیت دلاتا ہے۔"اللہ کا بڑا فضل ہے" مضمون میں طنزیہ پیرائے میں پاکستان کے مذہبی طبقات کی اخلاقی زبوں حالی کو نشانہ بنایا گیاہے۔قیام پاکستان کے ساتھ ہی مذہبی تنگ نظر طبقے کی من مانیاں بڑھ گئیں اور سیاست پر بھی اُن کا اثر بڑھنے لگا۔اس طرح نئے آزاد ملک میں تحمل اور رواداری کے کلچر کے بجائے تنگ نظری اور بنیاد پرستی کے رجحان فروغ پانے لگے۔سیاسی و مذہبی نام نہاد رہنما جانتے ہیں کہ عوام کو کس طرح اور کس قدر اندھیرے میں رکھا جاسکتاہے اور اسلام کے نام پر اُنہیں کیسے نت نیا فریب دیا جاسکتاہے۔اس مضمون میں ان رہنماؤں کے اخلاقی دیوالیہ پن اور عوام کے فریب کھانے کی خاصیت کو شدید ہدف تنقید بنایا گیاہے۔منٹو کے اہم ناقد ڈاکٹر انوار احمد اسی مضمون کے حوالے سے لکھتے ہیں "فحاشی کے خاتمے کے نام پر پاکستان کے سوشل اور کلچرل وجود کو مٹانے کی کوشش کی جاتی تو شاید منٹو خاموش رہتامگر اس پر اللہ کا شکر بھی ادا کیاجاتاہے۔"۱۵ حکوت پاکستان نے جلد ہی تمام ذرائع ابلاغ کو قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی مختلف قوانین وضع کر کے شکنجے میں کس لیااور عوام سے تحریر وتقریر کی آزادی چھین لی۔حکومت کے اسی رویے اور حکومت کی حامی حریص مذہبی قوتوں کا تمسخر اس مضمون میں منٹو نے بڑے خوبصورت پیرائے میں اڑایاہے۔

مفاد پرست طبقہ کی حکمرانی نہ صرف فنون لطیفہ کے لیے زہر قاتل کا درجہ رکھتی ہے بلکہ وہ جمالیات کے اُن سوتوں کو ہی خشک کر دینے کے درپے ہوتی ہے جو فنون لطیفہ کی تخلیق کا باعث ہوتے ہیں۔اس طرح مذہب کی ایک مخصوص تشریح کرنے والے افراد ہر طرح کے فنون لطیفہ کے ہی مخالف ہوجاتے ہیں۔مملکتِ

پاکستان کی اقتدار پرست ملائی ذہنیت نے اسلام کے تحفظ کے نام پر جو رجعت پسندانہ قوانین وضع کرائے منٹو نے اس مضمون میں بالخصوص اور اپنے دیگر سیاسی و ادبی مضامین میں بالعموم اُنھیں ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ منٹو کی تخلیقی اور تنقیدی بصیرت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ زندگی کے اچھے پہلوؤں کو اُن کے تضاد میں دیکھتے ہیں:

> مملکت میں ایک آدمی گرفتار کیا گیا ہے۔۔۔ گرفتار؟۔۔۔ گرفتار کیا گیا ہے؟۔۔۔ الزام یہ ہے کہ وہ گلی گلی اور کوچے کوچے یہ شور مچاتا پھرتا تھا کہ میں اس مملکت میں نہیں رہنا چاہتا جہاں خدا تو ہے پر شیطان نہیں ہے۔۱۶

منٹو ایک آزاد منش، روشن خیال اور کشادہ ذہن تخلیق کار ہے۔ انہیں اخلاقی تنگی نظری، رجعت پسندی، فرقہ پرستی اور مذہبی بنیاد پرستی سے نفرت ہے۔ اس کا اظہار جابجا اُن کے مضامین میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر اشفاق احمد ورک نے اس مضمون پر خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> اللہ کا بڑا فضل ہے، بھی خوبصورت مزاحیہ مضمون ہے۔ جس میں نام نہاد صالحین اور لکیر کے فقیر قسم کے لوگوں کا منٹو نے نہایت فنکاری کے ساتھ مضحکہ اڑایا ہے۔ انہوں نے روایتی قسم کے لوگوں کی تخیلاتی دنیا کا بڑا دلچسپ نقشہ پیش کیا ہے۔۱۷

منٹو ایک پیشہ ور ادیب تھے اور کہیں بھی وہ اپنی تحریر بغیر معاوضہ چھپنے کے لیے نہیں دیتے تھے بلکہ بغیر معاوضہ لکھنا وہ اپنی توہین سمجھتے تھے۔ منٹو نے باضابطہ تو سرکاری ملازمت نہیں کی اور نہ کسی خاص ملازمت کے لیے کہیں درخواست دی البتہ ریڈیو دلی میں کچھ عرصہ وہ بطور ڈرامہ نویس کام کرتے رہے۔ منٹو نے سرکاری ملازمتوں کے لیے اخبارات میں چھپنے والے اشتہارات اور اُن میں امیدوار کے چناؤ کے لیے دی گئی شرائط کا پر لطف انداز میں مذاق اڑایا ہے۔ اس مضمون میں مزاح کئی جگہوں پر پھیکا محسوس ہوتا ہے شاید اس وجہ سے بھی طنز میں شدت پیدا نہیں ہو سکی۔ جہاں جہاں ایسی شرائط پیش کی گئی ہیں جو اُس مخصوص عہدے کے حامل فرد سے اُس کے اصل فرائض کے علاوہ پوری کرائی جاتی ہیں وہیں مزاح میں منٹو کے قلم کی روانی رواتی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً ڈپٹی ڈائریکٹر کے مطلوبہ خصائص دیکھیے۔ "قسم اول کا قصیدہ گو ہو۔۔۔ پک نک پارٹیز کا انتظام بطریقِ احسن کر سکتا ہو۔"۱۸ ایسے ہی کچھ دیگر خصائص بھی طنز و مزاح کے اچھے نمونے ہیں۔

"طویلے کی بلا" مضمون میں بندروں کو موضوع بنا کر دراصل انسانوں کی عادتوں اور خصلتوں کا مضحکہ اڑایا ہے۔ بلکہ ڈارون کی مشہور زمانہ تھیوری کے پس منظر میں انسانوں کی ذلت آمیز حرکات و سکنات پہ طنز کیا ہے۔ مضمون کا بنیادی خیال یہی ہے کہ انسانوں کا بندروں سے ارتقا کر کے انسان بننا دراصل یہ اُن کا ارتقا نہیں ہے بلکہ تنزل ہے۔ بندر آج بھی فطرت سے ہم آہنگ ہو کر رہ رہے ہیں جبکہ یہ انسان ہے جو فطرت کے مقابل کھڑا ہے اور اُس میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے مثلاً مختلف ضرورتوں کی ڈگڈگی پر ناچنا تو محض انسان کا کام ہے اور بندر بھی اتنی حقیقت کو جانتے ہیں۔ انسانی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انسان ہمیشہ جنگ و جدل میں ہی مصروف رہا ہے اور جسے وہ حیوانی سرشت سمجھتا ہے اُس کا مرتکب بھی وہ خود ہوا ہے۔ حالانکہ اس نے جن بندروں سے ارتقا کیا ہے اُن کی خاصیت میں ایسی جنگ و جدل نہیں تھی۔ منٹو نے اس کا طنزیہ اظہار بندروں کی زبان سے یوں کرایا ہے:

> ارتقا کا مسئلہ اپنی جگہ درست ہے۔ ہم اس سے منحرف نہیں۔ لیکن یہ تو بتایئے اتنی منازل طے کرنے اور اتنی صدیاں معاشرے پر معاشرے بنانے کے بعد آپ کا کیا حال ہے۔ آپ کی ساری تاریخ جنگ و جدل، کشت و خون، آبروریزی، عصمت دری، حکمرانیوں اور محکومیوں سے بھری پڑی ہے۔ آپ ہماری۔۔۔ یعنی اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ پر نظر ڈالیے۔۔۔ کیا آپ کو ایسی کوئی تاریک مثال ڈھونڈے سے بھی مل سکتی ہے۔ ہم ایک شاخ سے دوسری شاخ پر کودتے ہیں مگر اس شاخ پر اپنی ملکیت کے لیے ہم کبھی نہیں لڑتے۔"١٩

منٹو نے بندروں اور انسانوں کے تقابل سے انسانی خامیوں اور کجرویوں پر سخت گرفت کی ہے۔ اس مضمون میں منٹو نے انسانوں کی منافقت اور ریاکاری، قانون شکنی اور ناانصافی کو موضوع بنایا ہے۔ بندروں سے انسانوں کا تقابل دلچسپ ہی نہیں فکر انگیز بھی ہے کہ عقل و شعور کے حامل انسانوں نے زندگی کو کس قدر مشکل اور جہالت سے آلودہ کر رکھا ہے۔

منٹو ہر اُس چیز یا فرد کو جس کے ظاہر و باطن میں فرق ہو ضرور ہدف تنقید بناتے ہیں اور اُسے اُس کی اصل شکل میں پیش کرتے ہیں۔ "لیچیاں، آلوچے اور الائچیاں" میں سماج کے مراعات یافتہ طبقے کے معمولات کو

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی تہذیبی مظہر 'مشاعرہ' کے تفریحی استعمال کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ منٹو ہلکے پھلکے موضوعات کو خوبصورت مزاح کی چاشنی سے مزین کرتے ہیں۔

"بن بلائے مہمان" انشائیہ کے قریب کا فکاہیہ مضمون ہے۔ مضمون مذکورہ میں بن بلائے مہمانوں کی برکتیں اور فوائد کو منطقی دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ مضمون کا آغاز منٹو نے غالبؔ کے شعر سے کیا ہے۔ منٹو غالب کی شخصیت اور شاعری دونوں سے متاثر تھے۔ مہمانوں کو بلانے یا باقاعدہ دعوت دینے سے آپ پر اپنی مہمان نوازی کی اصل صلاحیتیں آشکار نہیں ہو سکتیں بلکہ آپ کی برداشت اور حسن سلوک کا اندازہ تب ہی لگایا جانا ممکن ہے جب کوئی مہمان بن بلایا گھر ٹپک پڑے:

> ذرا غور فرمائیے۔۔۔ اگر آپ کسی بن بلائے مہمان کو برداشت نہیں کر سکتے، جو زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ روز آپ کے پاس ٹھہر کر اپنی راہ لے گا تو آپ ایک ایسے بڑے ناگہانی حادثے کو کیوں کر برداشت کر سکیں گے جس کا ردِ عمل برسوں جاری رہتا ہے۔۔۔ ہر بن بلائے مہمان کی آمد، نہ بلانے والے میزبان میں خود اعتمادی پیدا کرتی ہے۔۲۰

یہ وہ نفسیاتی توجیح ہے جسے کام میں لا کر منٹو مضمون کا تانا بانا بنتے ہیں۔ منٹو انسان کی خود اعتمادی کو بڑھانے کی خواہش رکھتے ہیں اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ فرد بن بلائے آنے والے خطرات و حادثات کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیتا ہے اور اُن کا سامنا کرنے پر خود کو مستعد رکھتا ہے۔ اس مضمون میں بھی منٹو نے مختلف واقعات کی کڑیاں جوڑ کر مزاح کی کیفیت پیدا کی ہے۔

"اپنی اپنی ڈفلی" میں مختلف چھوٹے چھوٹے واقعات کی مدد سے سماجی سیاسی حالات پر طنز کیا گیا ہے۔ طبقاتی اونچ نیچ کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے یہ مضمون بھی ریڈیائی مکالمے کی شکل میں لکھا گیا ہے اور منٹو کے طنز و مزاح کی عمدہ مثال ہے۔ "اوپر نیچے اور درمیان" میں شامل مضامین پر رائے دیتے ہوئے منٹو کے ایک اہم ناقد وارث علوی لکھتے ہیں۔ "یہ سب کی سب تحریریں صحافتی، سطحی اور پھسپھسی ہیں۔ ان مضامین کا طنز سطحی اور مزاح پھیکا ہے۔ طرز بیان میں کوئی تہ داری، بانکپن اور شوخی نہیں۔"۲۱ حالانکہ ایسا درست نہیں ہے اور اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان مضامین میں سے بعض مثلاً "اللہ کا بڑا فضل ہے"، "بن بلائے مہمان" اور "یوم استقلال" وغیرہ، اپنے طنزیہ اور مزاحیہ طرز بیان کے اعتبار سے اچھے مضامین ہیں۔ مضامین منٹو اپنے عصر کے

تلخ حقائق کا اظہار یہ ہیں۔ ان مضامین میں گو کہ منٹو کا انداز مزاحیہ ہے تاہم وہ طنز کے نشتر سے سماج کے چہرے پر موجود مکروہ نقاب میں چھید کرتا دکھائی دیتا ہے، ان مضامین کا اسلوب رواں اور سبک ہے۔ منٹو افسانے کی سی جزئیات سے کام لیتے ہوئے موضوع کے تمام زاویے اور امکانات واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ منٹو کے موضوعات منفرد اور اسلوب جامع ہے اور یہی ان مضامین کی نمایاں خصوصیت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، اردو میں انشائیہ نگاری، نذیر سنز پبلشرز، لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۲۱۳

۲۔ منٹو، سعادت حسن، ٹھنڈا گوشت، مکتبہ شعر و ادب، لاہور، س ن، ص ۳۲

۳۔ منٹو، سعادت حسن، منٹو نما (کلیات)، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳۹۴

۴۔ ایضاً، ص ۵۹۲

۵۔ ایضاً، ص ۹۹۳

۶۔ ایضاً، ص ۴۰۴

۷۔ ایضاً، ص ۵۰۴

۸۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مرتب، اردو کا بہترین انشائی ادب، میری لائبریری لاہور، بار اول ۱۹۶۴ء، ص ۳۲

۹۔ ڈاکٹر بشیر سیفی، اردو میں انشائیہ نگاری، نذیر سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۲۱۳

۱۰۔ منٹو، سعادت حسن، منٹو نما (کلیات)، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۴۲۷

۱۱۔ ایضاً، ص ۹۲۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۵۶

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۹۰

۱۴۔ وارث علوی، سعادت حسن منٹو، ساہتیہ اکیڈمی نئی دہلی ۱۹۹۵، ص ۳۴

۱۵۔ انوار احمد،ڈاکٹر،فکر وفن،مشمولہ:منٹو کیا تھا،مرتب :غلام زہرا،برائٹ بکس لاہور۲۰۰۳ء،ص۳۱۷

۱۶۔ منٹو،سعادت حسن،اوپر نیچے اور درمیان، گوشہ ادب چوک انار کلی لاہور، طبع سوم،۱۹۸۴ء،ص۲۸

۱۷۔ اشفاق احمد ورک،ڈاکٹر،سعادت حسن منٹو کی شگفتہ نگاری،مشمولہ:ماہنامہ ادب لطیف لاہور، جلد۷۰،شمارہ۸،۹اگست ستمبر۲۰۰۵ء،ص۱۱

۱۸۔ منٹو،سعادت حسن،اوپر نیچے اور درمیان، گوشہ ادب چوک انار کلی لاہور، طبع سوم،۱۹۸۴ء،ص۳۲

۱۹۔ منٹو،سعادت حسن، منٹو نما(کلیات)،سنگ میل پبلیکیشنز لاہور،۲۰۰۳ء،ص۲۵۹

۲۰۔ منٹو،سعادت حسن،اوپر نیچے اور درمیان، گوشہ ادب چوک انار کلی لاہور، طبع سوم،۱۹۸۴ء،ص۹۸

۲۱۔ وارث علوی،سعادت حسن منٹو،ساہتیہ اکیڈمی، نئی دہلی۱۹۹۵ء،ص۳۷

1. Bashir Safi, Dr, urdu mai inshaia nigari, nazir sons publishers, Lahore, 1989,p213
2. Manto, saadat Hasan, Thanda Gosht, Maktaba shair-o-adab, Lahore, ynf, p32
3. Manto, Saadat Hasan, Manto Nama(Quliyat) Sang-e-meel Publishers, lahore, 2003, p394
4. ibid,p592
5. ibid,p993
6. ibid,p404
7. ibid,p504
8. Waheed Qureshi, Dr, Compiler: Urdu ka behtreen Inshaie Adab, meri library Lahore, 1964,p32
9. Bashir Safi, Dr, urdu mai inshaia nigari, nazir sons publishers, Lahore, 1989,p213
10. Manto, Saadat Hasan, Manto Nama(Quliyat) Sang-e-meel Publishers, lahore, 2003, p427
11. ibid,p925
12. ibid,p456
13. ibid,p490
14. Waris alvi, saadat Hasan Manto, Sahtia Academy, new Dehli, 1995, p34
15. Anwar Ahmed, Dr, Fikro Fun, Mashmola: Manto Kiya Tha, Compiler: Ghulam Zahra, Brite books Lahore, 2003, p317

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

16. Manto, Saadat Hasan, Uper Nechay aur Darmiyan, Ghosa Adab, Lahore, 1984,p28
17. Ishfaq Ahmed virk, Dr, Saadat Hasan Manto ke Shagufta Nigari, Mashmola: Monthly Adab-e-Lateef, Lahore, 2005,p11
18. Manto, Saadat Hasan, Uper Nechay aur Darmiyan, Ghosa Adab, Lahore, 1984,p32
19. Manto, Saadat Hasan, Manto Nama(Quliyat) Sang-e-meel Publishers, lahore, 2003, p259
20. Manto, Saadat Hasan, Uper Nechay aur Darmiyan, Ghosa Adab, Lahore, 1984,p98
21. Waris alvi, saadat Hasan Manto, Sahtia Academy, new Dehli, 1995, p37

کتابیات

۱۔ اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر، سعادت حسن منٹو کی شگفتہ نگاری، مشمولہ: ماہنامہ ادب لطیف لاہور، جلد ۷۰، شمارہ۸، ۹ اگست ستمبر ۲۰۰۵ء

۲۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، اردو میں انشائیہ نگاری، نذیر سنز پبلشرز، لاہور ۱۹۸۹ء

۳۔ غلام زہرا، مرتب: منٹو کیا تھا، برائٹ بکس لاہور ۲۰۰۳ء

۴۔ منٹو، سعادت حسن، ٹھنڈا گوشت، مکتبہ شعر و ادب، لاہور، س ن

۵۔ منٹو، سعادت حسن، اوپر نیچے اور درمیان، گوشہ ادب چوک انارکلی لاہور، طبع سوم، ۱۹۸۴ء

۶۔ منٹو، سعادت حسن، منٹو نما (کلیات)، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۳ء

۷۔ وارث علوی، سعادت حسن منٹو، ساہتیہ اکیڈمی نئی دہلی 1995

۸۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مرتب، اردو کا بہترین انشائی ادب، میری لائبریری لاہور، بار اول ۱۹۶۴ء